Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
OPEN ACCESS
الإیضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی جامعہ پشاور
www.al-idah.pk
JAN-JUNE 2022
VOL:40 ISSUE:1

فکرِ اقبال میں قرآن وسنت کے تابندہ ودرخشاں پہلو: تحقیقی جائزہ

The Influence of Quran o Sunnah on Iqbal's thought: A critical review

Issue: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/issue/view/36*

URL: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/article/view/751.*

Article DOI: *https://doi.org/10.37556/al-idah.040.01.0751*

Author (s): Muhammad Amir Iqbal

Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sialkot, Punjab Email: amirmphil69@gmail.com

Citation:

Muhammad Amir Iqbal 2022. The Influence of Quran o Sunnah on Iqbal's thought: A critical review. Al-Idah . 40, - 1 (Mar. 2022), 221 - 233.

Received on: 23 – Aug – 2021
Accepted on: 19 – Dec - 2021
Published on: 15 – March - 2022

Publisher:

Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 40 Issue: 1 / Jan – June 2022/ P. 221 - 233.

Abstract:
The focus of Iqbal's thought is on the Qur'an and Hadith which has played a prominent role in the formation of Islamic society. This article reveals a how Surah Al-Noor has been reflected in Iqbal's poetry and validated the proposition that Iqbal takes a huge influence from Quran and its teachings. The intellectual and technical aspects of Iqbal's poetry may be ciphered better through the Qur'an.
Key Words:Influence, Iqbal Thoughts, Quran o Sunnah.

تلخیص:

قرآنِ پاک میں بصیرت و فضیلت کے راز پوشیدہ ہیں۔اسے سمجھ کر پڑھنے سے رازِ حیات افشا ہوتے ہیں۔اس کتاب کا نزول ہمارے ضمیر کو بیدار کرتا ہے۔اقبال کی دانشوری پر قرآن کے اثرات نمایاں ہیں۔فکرِ اقبال کے موضوعات کا مرکز و محور قرآن و حدیث ہے۔اقبال نے بر ملا اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے قرآن سے ہٹ کر کچھ نہیں کہا۔آپ نے انسانی عظمت کے ثبوت میں قرآن سے دلائل اخذ کیے ہیں۔قرآن کی تعلیمات کے مطابق انسان ہی ہے جس نے قرآن کا بوجھ اٹھایا۔فکرِ اقبال میں فلسفۂ خودی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔آپ کا یہ فلسفہ بھی قرآن سے ماخوذ ہے۔آپ نے اپنے خطبات میں قرآن و حدیث کے بھرپور حوالے استعمال کیے ہیں۔اجتہاد کا مفہوم بیان کیا ہے۔فقہ کے مسائل پر گفتگو کی ہے جس کی جھلک اس تحقیقی اور تنقیدی مضمون میں موجود ہے۔جو خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے اسے راستہ ضرور ملتا ہے۔فکرِ اقبال اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔اقبال کو صرف شاعر سمجھنا نادانی ہے۔قرآن کے معانی اور مفاہیم میں اقبال کی حکمت اور بصیرت کا پہلو نمایاں ہے۔سورۃ النور سے خدا کی ذات اور اس کی خوبیوں کی پہچان ہوتی ہے۔فکرِ اقبال میں قرآن کا یہ نکتہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس مضمون کے مطالعہ سے سورۃ النور کا نمایاں گوشہ سامنے آتا ہے۔فکرِ اقبال کا یہ انداز اقبال کی قرآن فہمی کا روشن ستارہ ہے۔اس مضمون کا مطالعہ تحقیق و تنقید مین نئے موضوعات فراہم کرتا ہے،اقبالیات کی راہیں کشادہ کرتا ہے اور فکرِ اقبال کی صداقت و توسیع کا باعث ہے۔

کلیدی الفاظ: فکری۔دانشور۔قرآن۔اقبال

قرآنِ مجید فرقانِ حمید وہ کتاب ہے جس کے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔اس کا مطالعہ تقویٰ فراہم کرتا ہے، بصیرت عطا کرتا ہے اور قاری کو شعور کی منزلیں طے کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہے۔علم و عرفان کی بدولت قاری زمین و آسمان کے پوشیدہ رازوں تک رسائی پاتا ہے۔دن اور رات کے ساتھ چاند اور سورج کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں پوشیدہ نشانیوں تک رسائی پاتا ہے۔انفس و آفاق کے راز اس پر افشا ہو جاتے ہیں۔خودی، جبر و قدر اور حیات بعد الموت کے سرِ نہاں تک پہنچتا ہے اور اس کے لبوں پر لا الہ اللہ کا ورد جاری ہو

جاتا ہے۔ پھر وہ آیۂ نور کا مفہوم بھی سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور سورۃ اخلاص میں ملتِ بیضا کی خوبیاں تلاش کرنے میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔

اقبال کی شخصیت پر بھی قرآن و حدیث کا بہت اثر پایا جاتا ہے۔ ابتدا سے ہی ان کے گھر کا ماحول مذہبی تھا۔ والدہ محترمہ باقاعدگی قرآن پاک کا مطالعہ فرماتی تھیں۔ اس بات نے اقبال کی زندگی پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ اقبال نے ہمیشہ کتابِ مبین کا مطالعہ سمجھ کر کیا جو کہ ان کے والدِ محترم کی نصیحت کا نتیجہ تھا۔ وہ اقبال کو کہتے تھے کہ ہمیشہ قرآن اس طرح پڑھو جیسے یہ تم پر نازل ہو رہا ہو۔ اقبال کے والدِ محترم شیخ نور محمد نے ان الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ :

"جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم پر ہی اترا ہے، یعنی اللہ خود تم سے ہم کلام ہے"[۱]

فکرِ اقبال کا مطالعہ اس بات کا غماز ہے کہ اقبال کی سوچ، فکر اور فلسفہ پر قرآن کے گہرے اثرات مرتب ہیں۔ اقبال اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ :

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشّاف[۲]

صحیفۂ آسمانی کے عرفان سے ضمیرِ انسانی کا آشنا ہونا ضروری ہے۔ اس کے بین السطور کا ادراک حاصل کیے بغیر کسی بھی مفکر کی بات سمجھ میں نہ آئے گی۔ قرآن کی تفسیر اور تفہیم کے لیے قلب و نظر کو اس کا جزو بنا کر ہی مطلوبہ مقاصد تک رسائی ممکن ہے۔ اقبال نے جو کہا وہ قرآن کے عین مطابق کہا ہے۔ کہتے ہیں اگر میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہوں تو مجھے ختم کر دیا جائے اور قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ اقبال نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ نیز مجھے قیامت میں رسوا کیا جائے اور اپنی پابوسی سے بھی محروم کر دیا جائے۔

گر دُرِ اِسرارِ قرآں سفتہ ام با مسلماناں اگر حق گفتہ ام
اے کہ از احسانِ تو ناکس کس است یک دعایت مزد گفتارم بس است
عرض کن پیشِ خداے عزّ و جل عشق من گردد ہم آغوشِ عمل[۳]

اس بات کے پیشِ نظر فکرِ اقبال کا مطالعہ الفاظ و معنی کے مفہوم کی نئی دنیا کا سفیر بن جاتا ہے۔ موضوعات و مضامین کا نیا جہان آباد ہوتا ہے۔ قلب و نظر کی وسعت مذہبی افکار کی نئی راہیں استوار کرتی ہے۔ مفاہیم کی کشورِ حسین قلب و نظر کو شاد باد کرتی ہے۔ علم و ہنر کے نئے منہاج رقم ہوتے ہیں۔

قرآن کی لغت فکرِ اقبال کو سنوارتی ہے تو عرفانِ نفس کی نئی دنیا آباد ہو جاتی ہے۔ انسان اپنی ذات کے مفہوم میں راحت محسوس کرتا ہے۔ یہ عرفان اس کے رتبے کو وہاں پہنچا دیتا ہے جو رب کی منشا ہے۔ اس کے متعلقات پر غور کریں تو نئے جوہر سامنے آتے ہیں۔ سب کا مشاہدہ یہی ہے کسی بھی مفکر کا نظام فلسفہ مدتوں کے غور و خوض کے بعد سامنے آتا ہے۔ کسی نظام فلسفہ یا دستور زندگی کے لیے ماہ و سال کے اوقات زیادہ اہمیت نہیں

رکھتے۔ ان کے لیے تو سالوں اور قرنوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ مدتوں کی ریاضت کے بعد وہ فلسفہ معرضِ وجود میں آتا ہے اقبال نے شعور ذات اور شعور کائنات کے فلسفہ پر بہت غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ شعور ذات اور شعور کائنات دونوں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ جسے انہوں نے مختلف مقامات پر مختلف پیرایہ بیان میں ظاہر کیا ہے۔ انہیں شعور خویشن اور شعور دگر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک طرف یہ احساس کہ میں کیا ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ میری منزل مراد کیا ہے؟ اور پھر اس بات پر بھی غور و فکر کرتا ہے کہ چرند و پرند کا رقص والہانہ کیوں ہے؟ شجر و حجر کی نظر افروزی کی حقیقت کیا ہے؟ کہکشاں، ستارے، شمس و قمر کی منزل و مقصود کیا ہے؟ غرض عالم رنگ و بو کی حقیقت کیا ہے؟ زمان و مکاں، احوال و ظروف کے مضمرات کیا ہیں؟ اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کائنات کے ان معروضی اور موضوعی متحرک نظاروں کا تعلق خود فاطر ہستی سے کیا ہے؟ قرآن پاک کی اصطلاح میں اسے ''انفس وآفاق'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شعورِ ذات اور شعورِ کائنات ہی دراصل ''انفس و آفاق'' کے دوسرے نام ہیں۔ قرآنِ پاک میں بڑی جامعیت اور مفکرانہ اسلوب فن کاری کے ساتھ انفس وآفاق کے مطالعے پر زور دیا گیا ہے۔ کائنات میں قرآن پاک ایسی کتاب ہے جس میں انسان کو اعلیٰ ترین اور افضل ترین مقام عطا کیا گیا ہے اور بشارت دی گئی ہے۔ اقبال نے اس عرفانِ نفس کی بشارتوں سے قلب و نظر کو منور کیا ہے۔ پوری شاعری کے احساسات، تاثرات اور جذبات میں اسی عرفانِ ذات کا رنگ پایا جاتا ہے۔ شاعری کے علاوہ نثر میں بھی اقبال نے اس موضوع کو بدرجہ اچھوا ہے۔ اقبال کے دل میں احساس نفس پیدا ہوا تو بار بار اس بات کا تذکرہ کیا۔ اقبال اس بات پر فخر کا اظہار کرتے تھے کہ کائنات میں انسان ہی ہے جو رفعت و عظمت کا حامل ہے۔ یہ بزم کائنات کے مناظر و مظاہر انسان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اقبال بار بار غور و فکر کرتے تھے۔ استفہامی دور کی شاعری میں جو روح دوڑ رہی تھی وہ فکر و نظر کی روح تھی اس میں یہی احساسِ نفس کو پالینے کی خواہش تھی۔

''احساس نفس'' اقبال کے فکر و نظر کا بنیادی فلسفہ ہے۔ اقبال خودی کو کائناتی حقیقت قرار دیتے تھے۔ اقبال نے مثنوی اسرار خودی پیش کی مگر اس کے کچھ اشارے مثنوی کی اشاعت سے بھی پہلے ملتے ہیں مگر یہ اشارے ڈھونڈنا زیادہ فائدہ مند نہیں ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خام مواد میسر آسکتا ہے۔ مفکرین نے جن بنیادوں کو اقبال کے کلام کے حوالہ سے پیش کیا وہ ابتدائی ہیں۔

قرآن کی رو سے یہ بات واضح ہے کہ کائنات کو انسان کے لیے تخلیق کیا گیا جس کے استعمال میں یہ پوری کائنات ہے۔ اقبال نے اپنے چوتھے خطبے، خودی، جبر و قدر، حیات بعد الموت، میں لکھا ہے:

اول یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ ہے[۴]

ثانیاً یہ کہ باوجود اپنی خامیوں کے وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے:

''اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں

ایک نائب۔ کہنے لگے فرشتے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے"[۵]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر صاحبِ اختیار بنا کر بھیجا ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور وہ ایسا ہے جس نے زمین میں تم کو صاحب اختیار بنایا اور ایک دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ ظاہراً تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں"[۶]

ثالثاً کہ وہ ایک آزاد شخصیت کا امین ہے جسے اس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر قبول کیا:

"ہم نے جو امانت یعنی احکام جو بہ منزلہ امانت کے ہیں آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیش کی تھی۔ سو انھوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمے لے لیا۔ وہ ظالم ہے۔ جاہل ہے"[۷]

اقبال کے خطبات کی اشاعت ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ یہ خطبات قرآن و حدیث اور فقہ سے اخذ کردہ دلائل سے بھرپور ہیں۔ سید نذیر نیازی خطبات کے ترجمہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"یہ ترجمہ جسے قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے اس نسخے پر مبنی ہے جو ۱۹۳۷ء میں بعض لفظی ترمیمات اور ایک اور خطبے کے اضافے کے ساتھ ارسٹوٹی لین سوسائٹی، لندن (Aristotelian Society London) کی دعوت پر لکھا گیا، آکسفورڈ یونیوسٹی پریس کے زیر اہتمام طبع ہوا"[۸]

قرآن کا ذکر اور حوالہ خطبات میں دینے کا مقصد یہ ہے کہ اس دور میں بھی اقبال قرآن کا بھرپور حوالہ دے رہے ہیں اور ابتدائی کلام میں بھی جگہ جگہ قرآن کے اشارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جہاں تک اقبال کے فلسفۂ خودی کا تعلق ہے تو اس اس کے بارے میں باوثوق ذرائع اور دلائل کے ساتھ امثال بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ فلسفۂ خودی قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔

اقبال کے ابتدائی کلام سے ماہرین اور مفکرین نے اقبال کی نظم "انسان اور بزمِ قدرت" کا حوالہ دیا ہے۔ انسان مایوسی کے عالم میں بزم قدرت سے گفتگو کرتا ہے تو بزم قدرت انسان کو اس کی عظمت کا احساس دلاتی ہے۔ بزم قدرت کہتی ہے کہ میرا تو وجود ہی اے انسان تیری وجہ سے ہے۔ بزمِ قدرت نے کہا کہ جو بوجھ میں نہ اٹھا سکی وہ اے انسان تو نے اٹھایا۔

؎ میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے ۔۔۔ بار جو مجھ سے نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے"[۹]

گویا جو بات خودی کے حوالہ سے ابتدائی کلام میں ہے یہ اس کی جھلک ہے۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

"ان اشعار میں انسانی عظمت و بزرگی کا جو احساس دلایا گیا ہے وہ دراصل فلسفہء خودی کے تصورات اور

ار تعاشات ہیں۔ خودی دراصل اسی بلند و برتر اعلیٰ وارفع مقام کے احساس کا دوسرا نام ہے"[۱۰]

اقبال کی نظم شکوہ اور جواب شکوہ میں قرآن کے حوالے، انسان کی عظمت کے حوالے، جہاں جہاں مسلمانوں کی عظمت کا ذکر ہے اور پھر یہ سب قوم کی بیداری کے لیے، خود کو قوم کے لیے وقف کر دینے کے لیے، ان نظموں میں سب کچھ ہے۔ اقبال اپنے فکر و فلسفہ میں مشرق اور مغرب کے کسی مفکر، مدبر اور فلاسفر سے متاثر ہوئے، اس سے مخالفت یا موافقت کا رنگ اسرار خودی، رموز بے خودی اور خطبات ہر طرف نظر سے گزرتا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم کا خیال ہے کہ مغربی مفکرین کا عکس اقبال کے فلسفۂ خودی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ کہتے ہیں:

"اسرار خودی میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، ان مفکرین مغرب کے افکار کا پر تو نظر آتا ہے جو اقبال کے ہم مزاج ہیں اور جن کے افکار کے کسی پہلو کو اقبال نے اپنے نظریہ حیات کا مئوید سمجھا ہے"[۱۱]

اقبال کے فلسفۂ خودی کے بارے میں مختلف رائیں نظر سے گزرتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ جرمن مفکرین سے ماخوذ ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور نے اسے مغرب سے مستعار بتایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے یہ فلسفہ مسلم صوفیہ اور قرآن سے حاصل کیا۔ ابتدائی دور کی شاعری میں جہاں خودی کا عکس نظر آتا ہے وہاں بے خودی کی جھلک بھی دیکھی جاتی ہے۔ بے خودی کی آسان سی تعریف، ربط ملت، یعنی افراد اور معاشرہ، دونوں کی بقا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے اور ساتھ بنا کر چلنے میں ہے۔

"بانگ درا" میں "رموز بے خودی" کے حوالہ سے ایک مختصر سی نظم دیکھتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اسرار و رموز کا فلسفہ ابتدائی کلام سے ہی اقبال کے ذہن میں آجاتا ہے۔

؎ قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضائے قوم منزل صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم[۱۲]

اقبال جس معاشرے میں پروان چڑھ رہے تھے وہ شدید اخلاقی بحران کا شکار تھا۔ مسلمان قوم خیالات کی دنیا میں پرواز کرتی تھی۔ اپنے آباء و اجداد کے قصے بیان کرتی تھی مگر خود کاہل ہو چکی تھی۔ اقبال ایک کائناتی حقیقت بن کر سامنے آئے اور فلسفۂ خودی کا حیات آفرین پیغام دیا۔ فلسفۂ خودی جدوجہد کا پیغام ہے۔ جدوجہد سے انسان کھل کر سامنے آتا ہے۔ دوسروں پر عیاں ہو جاتا ہے۔ خود کو پہچان لیتا ہے جدوجہد اور شعور ذات، دونوں ہی مل کر خودی میں استحکام پیدا کرتے ہیں۔ خودی رازِ درونِ حیات ہے، بے داری کا ائنات ہے۔

اقبال کا فلسفۂ خودی انسان کو مشقت کی طرف راغب کرتا ہے۔ اقبال کا کمال یہ ہے کہ ایک موضوع سے بات کو زندگی کے دوسرے عملی پہلو کی طرف لے جاتے ہیں۔ انسان اور محنت یا مشقت سے عشق کا جذبہ پروان چڑھتا ہے جس سے انسان کسی نصب العین کی صورت اختیار کرتا ہے۔ عشق کا متضاد عقل کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح اقبال کا تصورِ عشق و خرد پروان چڑھتا ہے۔ گویا یہ اقبال کا فلسفۂ خودی ہی ہے جو ہر چار اطراف موجود ہے۔

اقبال نے اپنے فلسفۂ خودی اور رموزِ بے خودی کے لیے گہرا مطالعہ کیا۔اس میں یہ ہر گز نہیں کہا جاسکتا کہ صرف مغربی مفکرین کے فلسفے سے اخذ کردہ افکار ہی اسرار و رموز کی تخلیق کا باعث بنے۔ اقبال ہمیشہ گہرے مطالعے میں مگن رہتے تھے۔ اسرار و رموز کے بعد اگر "تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" میں آنے والے مفکرین کا ذکر دیکھیں تو اک طویل فہرست ہے جن سے اقبال نے استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

"اپنے خطبات "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" میں اقبال نے مشرق و مغرب کے علماء، حکما، فقہا، سائنس دانوں اور فلسفیوں کے خیالات سے استفادہ کیا ہے اور ان کے اقوال نظریات سے اتفاق یا اختلاف (کلی یا جزوی) کرتے ہوئے اپنے موقف کو واضح کیا ہے"[۱۳]

اس لیے اقبال کے افکار میں ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ سر گزشت کے ہر دور میں اقبال کے فکر کو مزید توانائی ملتی ہے اور ماضی کا رشتہ حال کے ساتھ قائم ہو کر ہمیں مستقبل کی طرف لے جاتا ہے۔ یہی انداز اقبال کے فلسفۂ خودی کا ہے جس کی جھلک اقبال کے ابتدائی کلام سے دیکھی جا سکی۔ فکرِ اقبال سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اقبال کا فلسفۂ خودی قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔اس کے علاوہ اگر اقبال کے خطبات پر نظر ڈالیں تو بھی ہمیں قرآن، حدیث اور فقہ کے بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ خطبات کے دیباچے میں ہی قرآن پاک کی ایک آیت کا حوالہ اقبال نے کچھ یوں دیا ہے:

"تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا"[۱۴]

ہم دیکھتے ہیں کہ اقبال نے اپنے خطبات میں متعدد جگہوں پر قرآنِ پاک کا حوالہ دیا ہے۔ اقبال نے اپنی بصیرت سے قرآن کی آیات کا استعمال کیا ہے۔ اس پہلو نے فکرِ اقبال کو نمایاں، موثر اور مدلل بنایا ہے۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس میں حیات کے تمام پہلوؤں پر رہنمائی ملتی ہے۔اسلام کے عروج میں اقبال جیسے مفکرین کی خدمات ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اسلام اور قرآنِ حکیم کی عظمت اور برتری کا ذکر کرتے ہوئے اقبال اپنے پہلے خطبے میں لکھتے ہیں:

"قرآنِ مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ان گونا گوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اس کے اور کائنات کے درمیان قائم ہیں۔قرآنی تعلیمات کا یہی وہ بنیادی پہلو ہے جس کے پیشِ نظر گوئٹے نے بہ اعتبار ایک تعلیمی قوت اسلام پر من حیث الکل تبصرہ کرتے ہوئے ایکر من سے کہا تھا تم نے دیکھا اس تعلیم میں کوئی خامی نہیں۔ ہمارا کوئی نظام اور ہمیں پر کیا موقوف ہے، کوئی انسان بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا"۔[۱۵]

اقبال نے ایسی دلیلوں سے اسلام اور قرآن کی عظمت کا لوہا منوایا ہے۔ فکرِ اقبال میں بہت سے ایسے مقامات نظر سے گزرتے ہیں کہاں اقبال نے قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدین، صحابہ کرام، صوفیا کرام اور مسلم مفکرین و مدبرین کا حوالہ استعمال کیا ہے۔ ملتِ بیضا کے ضمن میں آپ کے دلائل بہت

ہی اہمیت رکھتے ہیں۔ اسلامی ریاست کی تشکیل اور توسیع کے لیے اقبال نے ملوک اور سلاطین کی اطاعت سے سختی سے منع فرمایا۔ لکھتے ہیں :

"بطور اساس ریاست اسلام ہی وہ عملی ذریعہ ہے جس سے ہم اس مقصد میں کہ توحید کا یہ اصول ہماری حیاتِ عقلی اور جذباتی میں ایک زندہ عنصر کی حیثیت اختیار کرلے، کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ ہم صرف اللہ کی اطاعت کریں، نہ کہ ملوک وسلاطین کی"[۱۶]

اقبال نے اپنی فکر کی تشکیل کے لیے قرآن، حدیث اور فقہ کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ آپ نے اجتہاد کا مفہوم اور اس اصطلاح کی وضاحت بھی پیش کی تاکہ اجتہاد کے حوالہ سے لوگوں کا شعور بھی بیدار ہو۔ حضرت معاذ کو یمن کا عامل مقرر ہونے پر آنحضرت رسالت مآب ﷺ کی نصیحت اور دونوں کی گفتگو بھی اجتہاد کے لیے بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اقبال نے اپنے خطبہ میں اس کے استعمال سے قرآن و حدیث اور فقہ سے شغف کا بے مثال مظاہرہ کیا ہے۔ اقبال نے اجتہاد کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ :

"لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا، لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے اور جس کی بنا جیسا کہ میں سمجھتا ہوں شاید قرآنِ مجید کی اس آیت "جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے"[۱۷] پر ہے۔ پھر حضور ﷺ کی ایک حدیث سے اس کا مطلب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ متعین ہو جاتا ہے"[۱۸]

یہ ہے فکرِ اقبال کی شان جس میں قرآن، حدیث اور فقہ کے وہ تمام پہلو ملتے ہیں جو اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اقبال کو صرف شاعر سمجھنا انتہائی نادانی ہے۔ فکرِ اقبال میں سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے جس کی دسترس میں کل کائنات ہے۔ وہی حکمراں ہے باقی بتانِ آزری۔ فکرِ اقبال دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے انسان حضرت رسالت مآب ﷺ سے وفاداری کی راہوں کا مسافر بنتا ہے اور کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہوا یہ جہان ہی کیا بلکہ لوح و قلم تک رسائی پا لیتا ہے۔ اقبال نے قرآن مجید اور فرقانِ حمید سے شعورِ حیات کے گلہائے رنگارنگ سمیٹ کر ہمارے سامنے پیش کیے ہیں۔

فکرِ اقبال میں قرآن کا اثر خاص طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اقبال نے قرآن سے جتنا اثر لیا ہے شاید ہی کسی دوسرے مفکر نے قرآن سے اتنا فائدہ حاصل کیا ہو۔ اقبال کی تمام تحریروں میں قرآن کا اثر نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ دیگر صوفیہ کی بہ نسبت اقبال کے ہاں صوفیانہ یا عارفانہ ترجمانی کا رنگ نظر نہیں آتا بلکہ اقبال نے حکیمانہ نکتہ اختیار کیا ہے۔ پروفیسر عبدالحق لکھتے ہیں :

"قرآن کے معانی اور مفاہیم کی تشریح میں اقبال کا رویہ حکیمانہ نکات آفرینی اور بصیرت افروزی کا ہے۔ گہرے اور فکر انگیز خیالات کی باز آفرینی کا پہلو غالب ہے، ان کا طریقہ استنباط اور استدلال ان کے متکلمانہ ذہن کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔[19]

اللہ تعالیٰ جسے "وجودِ مطلق" کہا گیا ہے، نے اپنی ذات کے عرفان کے لیے یعنی اپنی پہچان کے لیے مختلف صفات کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ نور کی ۳۵ویں آیت کا ترجمہ ہے:

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے، (اس طرح) روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں)۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے، وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے، وہ چیز ہر چیز سے خوب واقف ہے"[20]

اس آیت سے خدا کی ذات اور اس کی خوبیوں کی پہچان ہوتی ہے۔ مفکرین، مدبرین اور صوفیا کرام نے اپنے اپنے انداز سے اس آیت پر سنجیدگی سے غور کیا ہے۔ اقبال نے بھی نور کو وجودی تصور کے انداز میں پیش کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیری ہر شے پردۂ نور میں مستور ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ میری تقدیر کا اختر کیوں جل گیا حالانکہ میں بھی اس نور کی بستی میں آباد ہوں نور سے دور ہو کر انسان ظلمت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ سیہ بخت، سیہ روز اور سیہ کار ہو جاتا ہے۔

نور کا دلکش حسن ازل سے ہے۔ اقبال کے ہاں اسے حسنِ قدیم کا نام دیا گیا ہے۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

"وجودی خیالات کے زیرِ اثر حقیقتِ مطلق کو حسنِ ازل اور حسنِ قدیم کے آبگینہ میں اتارا گیا۔"[21]

پھر یہ حسنِ ازل دلبری اور دل آویزی کی دل نشیں شکل اختیار کر لیتی ہے۔

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی ۔۔۔ پروانے کو تپش دی، جگنو کو روشنی دی[22]

اقبال نے "گایتری" کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا جو اگست ۱۹۰۲ء کے مخزن میں شائع ہوا۔ اس ترجمے کو اقبال نے "آفتاب" کا عنوان دیا تھا۔ آفتاب زمانے میں نور کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔ نور کا یہ تصور اقبال کے فلسفہ خودی کا نمایاں پہلو قرار پایا۔ فکر و وجدان کے درمیان نور سے منسلک خودی کے تین مراحل نے جنم لیا۔ اسرارِ خودی کے دیباچہ میں اقبال نے کہا:

"وحدتِ وجدانی یا شعور کا روشن نقطہ جس سے تمام انسانی تخیلات و تمنیات مستنیر ہوتے ہیں۔[23]

جس طرح قرآن کے مطابق خدا ایک نور ہے اور اس سے انسان کے علم و عرفان میں شعور پیدا ہوتا ہے اقبال کے نزدیک خودی بھی ایک نقطہ نور ہے جس سے زندگی روشن ہوتی ہے اور پروان چڑھتی ہے۔

؎ نقطۂ نورے کہ نامِ او خودی است زیرِ خاکِ ما شرارِ زندگی است[۲۴]

نور کی چنگاری ہمارے بدن میں بھی موجود ہے۔ جب یہ چنگاری بھڑکتی ہے تو یہی مرحلہ خودی کے بیدار ہونے کا مرحلہ ہے۔ یہ عناصر کے پھندوں سے بیزار نظر آتی ہے۔ گویا اقبال نے نورِ خودی کو ایک نیا آہنگ عطا کر دیا ہے۔ یہ ثابت ہے اور سیار بھی ہے۔ مگر حالات کے عین مطابق۔ یعنی یہ متحرک رہے گی۔ اقبال کے فکری نظام کا مرکز و محور فلسفۂ خودی ہے اور نورِ خودی کا مرکز نورِ خداوندی ہے جو زمین و آسمان کا نور ہے۔ کسی نے نور کو نورانیت کی وجہ قرار دیا، کسی نے اس سے ہدایت مراد لی۔ پروفیسر عبدالحق نے دانشِ نورانی کو ہم سفر قرار دیا ہے اور نورِ خودی کی سب سے اچھی بحث کے لیے تیسرے خطبے کا سہارا لیا ہے۔ اقبال نے کہا تھا۔

''اس دنیا میں نور ہی وہ شے ہے جس کو ذاتِ مطلق سے قریب ترین مماثلت حاصل ہے۔ لہٰذا اگر نور کا اطلاق ذاتِ الٰہیہ پر کیا جائے تو ہمیں اپنی جدید معلومات کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا اشارہ ذاتِ الٰہیہ کی مطلقیت کی طرف ہے، پر کہیں موجودگی کی طرف نہیں، جس سے بیشک ہمارا ذہن وحدۃالوجود کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔''[۲۵]

مولانا اسلم جیراج پوری اقبال کی تفسیر سے اختلاف رکھتے تھے۔ سید نذیر نیازی کے نام خطوط میں اقبال نے اپنا موقف واضح بھی کیا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے تیسرے خطبے میں جو کچھ آیتِ مذکورہ میں لکھا ہے آپ اسے کچھ صحیح سمجھ نہیں سکے ورنہ مولانا اسلم اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے کہ میرے خیال میں آیتِ قرآنی میں خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو نور (مادی معنوں میں) قرار دیا ہے۔''[۲۶]

یہ ۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو سید نذیر نیازی کے نام لکھے گئے خط کا حذف شدہ حصہ ہے جس کی تصحیح عکس کے مطابق کی گئی ہے۔ اقبال اجتہاد کے قائل تھے۔ آیۂ نور کی تعبیر میں بھی اقبال کا یہ رنگ نمایاں ہے۔ ذات مطلق ہر طرح قائم و دائم ہے۔ اس میں کوئی تغیر لازم نہیں۔ جہاں تک اُس کا ہر حال میں نئی شان سے ظاہر ہونے کا ذکر ہے تو یہ اضافی حیثیت ہے۔ آیۂ نور کے حوالہ سے اقبال کے اجتہادی نقطۂ نظر کو خوبصورت انداز سے سامنے لایا جا سکتا ہے جو عصرِ حاضر کی اہم ترین ضرورت ہے۔

درج بالا صفحات میں اقبال کے حبِ قرآن کا پہلو نمایاں طور پر عیاں ہے۔ انہیں مدِ نظر رکھتے ہوئے فکرِ اقبال کے موضوع کو وسعت دی جا سکتی ہے۔ اقبال کی فکر کا، اقبال کے علم کا، اقبال کے فہم و فراست کا اور اقبال کی فصاحت و بلاغت کا ہر ذرہ قرآن کی تعلیمات سے منور ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے تحقیق اور تنقید کی نئی راہیں

استوار ہوتی ہیں۔ فکرِ اقبال کے قرآنی حوالہ جات سے اقبالیات کا دامن کشادہ ہوتا ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ تحقیقی اور تنقیدی موضوعات میں توسیع کا باعث ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، علامہ اقبال کی مکمل سوانح حیات (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، بار اول ۲۰۰۴ء)، ص۔ ۸۸

Javid Iqbal, Dr, Zinda Rood, Complete biography of Allama Iqbal, Lahore: Sang-e-Mil Publications, First edition 2004, Page-88

۲۔ اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، بالِ جبریل، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت ششم ۲۰۰۴ء) ص-۴۰۲

Iqbal, Kuliat-e-Iqbal Urdu, Bal-e-Jibreel, Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 6th edition 2004, Page.402

۳۔ اقبال، کلیاتِ اقبال فارسی، رموزِ بے خودی (لاہور: غلام علی پرنٹرز، س ن) ص-۱۶۸

Aqbal, Kuliat-e-Iqbal Farsi, Ramoz-e-Be Khudi, Lahore: Gulam Ali and sons, Page-168

۴۔ سورہ طہٰ: ۱۲۲

Al-Taha:122

۵۔ البقرہ: ۳۰ Al-Baqarah:30

۶۔ الانعام: ۱۶۵ Al-Anaam:165

۷۔ الاحزاب: ۷۲

Al-Ahzab:72

۸۔ اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، مقدمہ از مترجم (لاہور: بزمِ اقبال ۲، کلب روڈ، پنجم ۲۰۰۰ء) ص ۷۔

Aqbal, Re-Construction of Religious Thoughts in Aslam, Translated by, Syed Nazir Niazy, Lahore: Bazm-e-Fikr-e-Iqbal, 2 Club road, 5th edition 2000, Page-7

۹۔ اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، بانگِ درا، انسان اور بزمِ قدرت، ص-۸۷

Iqbal, Kuliat-e-Iqbal Urdu, Bang-e-Dra, Insan or bazm-e-qudrat, Page-87

۱۰۔ عبدالحق، پروفیسر، اقبال کے ابتدائی افکار (دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، نقشِ اول مارچ ۱۹۶۹ء) ص۔ ۱۳۵

Abdul Haq, Prof, Iqbal ke ibtdai afkar, Delhi, Jamal printing press, 1st edition, March 1969,Page- 135

۱۱۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکرِ اقبال (لاہور: بزمِ اقبال ۲ کلب روڈ، جنوری ۲۰۱۰ء) ص۔ ۳۴۳

Abdul Hakim, Khalifa, Dr, Fikr-e-Iqbal, Lahore: Bazm-e-Fikr-e-Iqbal, 2 Club road, January 2010 Page-343

۱۲۔ اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، بانگِ درا، شاعر، ص۔۹۳
Iqbal, Kuliat-e-Iqbal Urdu, Bang-e-Dra, Sha'ir, Page-93

۱۳۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، مضمون، اعلامِ خطباتِ اقبال، ڈاکٹر سید عبداللہ، متعلقاتِ خطباتِ، اقبال (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع اول ۱۹۷۷ء) ص۔۴۷
Gulam Hussain Zulfqar, Dr., Aa' alam-e-khutbat-e-Iqbal, Dr. Syed Abdullah, Mutalqat-e-Khutbat-e-Iqbal, Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1st edition 1977, Page.47

۱۴۔ لقمٰن: ۲ Luqman:2

۱۵۔ اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، ص۔۴۵
Aqbal, Re-Construction of Religious Thoughts in Aslam, Translated by, Syed Nazir Niazy, Page-221

۱۶۔ اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی ص۔۲۲۱
Aqbal, Re-Construction of Religious Thoughts in Aslam, Translated by, Syed Nazir Niazy, Page-22۱

۱۷۔ العنکبوت: ۶۹ Al-aknaboot:69

۱۸۔ اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، ص۔۲۲۲ [۱۸]
Aqbal, Re-Construction of Religious Thoughts in Aslam, Translated by, Syed Nazir Niazy, Page-222

۱۹۔ عبدالحق، پروفیسر، فکرِ اقبال کی سرگذشت، آیۂ نور اور اقبال (جون پور یو پی : رحمان منزل، بلوا گھاٹ، ۱۹۸۹ء) ص ۵۴
Abdul Haq, Prof., Fikr-e-Iqbal ki sar guzashat, Aya-e-Noor or Iqbal, Page-54

۲۰۔ سورۃالنور: ۳۵ Al-Noor:35

۲۱۔ اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، ص۔۱۴
Abdul Haq, Prof, Iqbal ke ibtdai afkar, Delhi, Jamal printing press, 1st edition, March 1969, Page- 14

۲۲۔ اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، بانگِ درا، جگنو، ص۔۱۱۱
Iqbal, Kuliat-e-Iqbal Urdu, Bang-e-Dra, Jugnu, Page-111

۲۳۔ اقبال، اسرارِ خودی، فراموش شدہ ایڈیشن، ترتیب، شائستہ خان (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر، پہلی بار ۱۹۹۳ء) ص۔الف
Iqbal, Asrar-w-Khudi, Faramosh shuda edition, Arranged by, Shaista Khan, Page-Alif

۲۴۔ اقبال، اسرارِ خودی، فراموش شدہ ایڈیشن، ترتیب، شائستہ خان، ص۔۳۳
Iqbal, Asrar-w-Khudi, Faramosh shuda edition, Arranged by, Shaista Khan, Page-33

۲۵۔ اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، ص۔۱۱۷

Aqbal, Re-Construction of Religious Thoughts in Aslam, Translated by, Syed Nazir Niazy, Page-١١٧

۲۶۔ اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد سوم، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۳ء) ص-۸۰

Iqbal, Kuliat-e-Makatib-e-Iqbal, Jild 3, Arranged by, Syed Muzafar Hussain Barni, Delhi: Urdu Academy, 1993, Page- 80